Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:9 (1980)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِفاعی نظام

حافظ محمد یونس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت لوگوں کی حالت ایسی تھی جیسی کہ جنگل میں جانوروں کی ہوتی ہے۔ قوی اور طاقت ور بے دریغ ضعیف اور کمزور کو قتل کر دیتا اور ایک مسلح آدمی بغیر کسی جھجک کے ایک غیر مسلح آدمی کو لوٹ لیتا۔ اقوام اور قبائل کے ہاں جنگ گویا زندگی کے روزمرہ معمولات میں سے تھی اور کسی قید سے مقیّد نہ تھی، جائز و ناجائز اور جارحانہ و مدافعانہ جنگ میں کوئی فرق نہ تھا۔ جو قوم بھی اس بات کی قدرت پاتی کہ دوسری قوم سے اُس کی زمین چھین لے، اُس کی عورتوں کو باندیاں اور اس کے مردوں کو غلام بنا لے اور اسے اپنے عقائد و خیالات کو ترک کر دینے پر مجبور کرے، وہ بغیر کسی جھجک اور احساسِ گناہ کے یہ سب کچھ کر گزرتی لیکن حضورؐ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ دُنیا میں یہ ظالمانہ طرزِ عمل برقرار رہے جس نے انسان کو حیوانیت کی سطح سے بھی نیچے گرا دیا تھا۔ رسول اللہؐ نے دُنیا کو صلح و جنگ کے ایسے اصول دیئے جو امن و سلامتی کے علمبرداروں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

تاریخِ اسلام کی قرنِ اول میں مسلمانوں نے اپنی شاندار ہی نہیں حیرت انگیز فتوحات سے ایک عالم کو انگشت بدنداں کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے مقابل جو قومیں آئیں وہ دُنیا کی مسلمہ بہترین افواج تھیں جن کی جرأت و بہادری کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ اُن کے پاس اُس زمانے کے مطابق بہترین اسلحہ تھا، تعداد کے اعتبار سے وُہ مسلمانوں سے کہیں زیادہ اکثریت میں ہوتے تھے، مسلمانوں کے پاس ساز و سامان کیا تھا؟ بے زین کے گھوڑے اور ایسی تلواریں جن پر نیام میں بھی نہ ہوتی تھیں اور اُن کی خوراک جو کے ستّو تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے قلت میں ہوتے ہوئے بھی ہر مقام پر کثرت کو شکست دی، ان کے گھوڑوں کے سُموں نے دُور دراز ملکوں کو رَوند ڈالا، انھوں نے قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو تلپٹ کر دیا اور ناقابلِ تسخیر قلعوں پر فتح و نصرت کے جھنڈے لہرائے، ان کامیابیوں اور کامگاریوں کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے اندر ایسا جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ نہ صرف جرأت و بہادری سے لڑنا جانتے تھے بلکہ وہ اپنی آزادی کے تحفظ اور خدا کے دین کی حمایت میں جان دینا باعثِ نجات سمجھتے تھے۔ حضور سرورِ کائناتؐ کا یہ ارشاد ان کے سامنے تھا :

دِفاع ایک فطری جذبہ ہے :

اپنی آزادی اور تحفظ کا جذبہ صرف انسان و حیوان ہی پر منحصر نہیں بلکہ نباتات اور دیگر اشیائے عالم میں بھی پایا جاتا ہے، وہ نرم و نازک ریشہ جو کسی بیج سے نمو پاتا ہے، بڑی سے بڑی سخت چٹان کو بھی پھاڑ دیتا ہے۔ ایک کمزور مخلوق مرغی اپنی جان اور اپنے بچّوں کے دفاع میں چیلوں بلکہ شاہینوں تک سے ٹکرا جاتی ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس لیے دفاع کے لیے جنگ مسلمان کے دینی فرائض میں داخل ہے، مسلمان نہ صرف اپنی ذات، اپنے معاشرہ، اپنے ملک اور اپنی حکومت کے دفاع پر مجبور ہے بلکہ اسلام کے خلاف ہر فکری یلغار یا فوجی حملے کا مقابلہ کرنے کا پابند ہے۔

جارحیت کے خلاف اقدام :

اگر کوئی قوم امن و سلامتی سے رہنا چاہے اور دوسری اقوام کے خلاف آمادۂ پیکار رہے تو دوسری اقوام کیلئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس قوم سے اپنا دفاع کرنے کے لیے تیار رہیں کیونکہ اگر کوئی قوم ہر وقت دفاع

کے لیے مستعد اور تیار نہ ہوگی تو جارحیت پسند قوم اس کے خلاف جنگ کا دروازہ کھول دیگی۔ قرآن مجید نے اسی لیے مسلمانوں کو حکم دیا ہے :

واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدوکم۔ (الانفال آیت ۶۰)

(اور جہاں تک ہو سکے قوت و طاقت فراہم کرکے اور گھوڑوں کی تیاری سے ان کے لیے مستعد ہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت طاری رہے۔)

اگر جارحیت پسند قوم اپنے جارحانہ عزائم سے باز آجاتی ہے تو دوسری قوم کو بھی چاہیئے کہ وہ بے تکلف مصالحانہ ہاتھ بڑھائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ اللہ کو حکم دیا :

وان جنحوا للسّلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ (الانفال آیت ۶۱)

(اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔)

لیکن جارحیت پسند اگر لڑنا ہی چاہیں تو پھر قوت کا دفاع قوت ہی سے ہو سکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم (بقرۃ آیت ۱۹۰)

(اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے لڑتے ہیں۔)

اسلام دوسری اقوام کو ذلیل کرنے کے لیے لوٹ مار یا مالِ غنیمت حاصل کرنے کی خاطر قتال کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اسلام جارحانہ جنگ کو پسند نہیں کرتا اس کی نظر میں صرف وہی جنگ جائز ہے جو درج ذیل مقاصد میں سے کسی ایک کے لیے لڑی جائے :

۱۔ قوم کے اخلاق اور نظریات کے دفاع کی خاطر۔

۲۔ قوم کی حریت، استقلال اور سلامتی کی حفاظت کے لیے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے :

وقاتلوھم حتّی لا تکون فتنۃ ویکون الدّین کلہ للہ۔ (بقرۃ آیت ۱۹۳)

(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔)

الّا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد کبیر (۹ آیت ۷۳)

(اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا)۔

مسلمان کے لئے اپنے عقیدے کی آزادی اور دفاع ہی ضروری نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ سورہ حج میں ہے۔

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیها اسم الله کثیرا (آیت ۴۰)

(اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک دوسرے سے دفاع نہ کرتا تو کلیسے، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خدا کا بکثرت ذکر کیا جاتا ہے۔ مسمار کی جا چکی ہوتیں)

معلوم ہوا کہ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد عبادت خانوں کو ڈھانا نہیں بلکہ ان کو بچانا ہے۔ زبردستی لوگوں پر دین کو مسلط کرنا نہیں بلکہ لوگوں کو عقیدے اور مذہب کی آزادی دینا ہے۔ تمام عبادت خانوں کے ذکر کے ساتھ مساجد کا ذکر اہل اسلام کو یہ تنبیہہ کرنے کے لئے ہے کہ اگر تم نے دوسری قوموں کے عبادت خانوں کو برباد کیا تو خود تمہاری مسجدیں بھی محفوظ نہ رہیں گی۔

اسلام نے جس طرح ہم پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ اپنے دین اپنی عزت و آزادی پر کوئی آنچ نہ آنے دیں۔ اسی طرح اس نے ہمارے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ دوسرے کمزور اور مظلوم طبقوں کا دفاع کریں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریة الظالم اهلها۔ واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (نساء آیت ۷۵)

(اور تم کو کیا ہوگیا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کو ظلم و تشدد سے نجات دلانے کی خاطر نہیں لڑتے۔ جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور

اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما)۔
جنگ اگرچہ ناگزیر چیز ہے لیکن یہ بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ مقصد امن قائم کرنا اور فتنہ و فساد کو دور کرنا ہے۔ اس کی مثال عمل جراحی اور آپریشن کی سی ہے کہ اس میں اگرچہ تکلیف ہوتی ہے لیکن مقصد آرام پہنچانا ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا مستقل آرام ہے جو عارضی تکلیف کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ کے دفاعی اقدامات۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاعی کام کا آغاز مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہی کر دیا تھا۔ سب سے پہلے آپ نے قیام ریاست کے ذریعہ قوم کی شیرازہ بندی کی۔ افرادی قوت کو منظم اور عسکری نظام کو مستحکم کیا۔

مدینہ منورہ دفاعی لحاظ سے بہت ہی موزوں مقام تھا۔ اس کے تین طرف پہاڑ ہیں اور چوتھی طرف باغات کا سلسلہ ہے۔ اپنے دفاعی منصوبے میں حضورؐ نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

یہ وضاحت کی گئی کہ عربی قبائل میں جو مشرک اور یہودی شامل ہوں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ کی صورت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ وہ قریش مکہ کو نہ امان دیں گے اور نہ مسلمانوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ اس صورت میں ڈالیں گے کہ جب وہ قریش پر حملہ آور ہوں۔ صلح و جنگ کے معاملات بھی مشترکہ طور پر طے کئے جائیں گے۔ فوجی خدمت لازمی ہوگی اور ہر فریق جنگ کے اخراجات خود برداشت کرے گا۔ یہودیوں سے بھی منوا لیا گیا کہ وہ ان

سب سے لڑیں گے جن سے مسلمان لڑیں گے اور جن سے مسلمان صلح کریں گے ان کے ساتھ وہ بھی صلح کریں گے۔ اور مدینہ کا دفاع دونوں مل کر کریں گے۔ مسلمانوں پہ حملہ کی صورت میں یہودی ان کا ساتھ دیں گے اور اگر یہودیوں پہ حملہ ہوا تو مسلمان ان کی مدد کریں گے۔

(سیرۃ ابن ہشام ص ۱۷۸ جلد اول)۔

معاہدات سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ نے حضرت کعبؓ بن مالک کو حکم دیا کہ حرم مدینہ کی بلند جگہوں پہ منارے یا برجیاں تعمیر کئے جائیں۔ مدینہ کے داخلی انتظامات سے یک گونہ اطمینان کے بعد حضورؐ نے گرد و نواح کے قبائل کی طرف فوراً توجہ دی اور ان سے دفاعی معاہدے کئے۔ اس حلیفانہ فضا نے ان قبائل میں دعوت اسلامی کے راستے کھول دیئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی افواج کو مدینہ کے اطراف و اکناف کے علاقوں سے واقفیت حاصل ہوگئی۔ انصار و مہاجرین کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے میں بھی اس سے مدد ملی۔

مدینہ کی نئی حکومت کو یہ باور کرانا ضروری تھا کہ اس کے پاس ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے عسکری و تربیتی سفر ان علاقوں میں کئے جا سکتے ہیں۔ جن کو ابھی تک مکہ کے کاروانوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ سپاہ اور عوام کی حوصلہ افزائی کے ساتھ قریبی قبائل سے تعلقات استوار کرنے میں کافی حد تک کامیابی ہوئی۔ حضورؐ نے دو مکیوں کے قتل پہ ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس قبیلے سے خون بہا دلوایا جن کے آدمیوں نے انہیں قتل کیا تھا۔ اس کے نتائج نہایت خوشگوار نکلے۔

مہمات کی ترسیل میں جس تربیتی نقشے کو پیش نظر رکھا گیا۔ اس میں اس امر کا اہتمام تھا کہ سپاہیوں کو منظم جنگی کارروائی کی مشق ہو۔ وہ ایک مرکزی کمانڈر کے تحت مشین کے کل پرزوں کی طرح حرکت کریں۔ صف بندی کی تربیت حاصل کریں۔ علم اور فوجی رموز و اشارات کا استعمال کرنا سیکھیں۔ روزہ نماز کی پابندی کے ساتھ مشکل ترین حالات میں بھی احکام خداوندی کی اطاعت

کر کے اپنے اندر جفاکشی کی صلاحیت پیدا کریں۔

شعبہ خبر رسانی

نبی کریمؐ نے خبر رسانی کا ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ جس کے بل پر آپ مکہ اور گرد و پیش کے قبائل اور سرحدی علاقے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے مرکزی حفاظت کے لئے دید بانی اور پہرہ کا انتظام بھی کیا۔

فوجی شعار

مہاجرین اور انصار اگرچہ اخوت اسلامی کے مضبوط رشتے میں منسلک تھے۔ تاہم جنگ میں صف بندی کے وقت دونوں اپنے مخصوص قومی شعار میں الگ الگ نظر آتے تھے۔ اور یہ ان کے جوش مسابقت کا بڑا سبب تھا۔ انصار کا قومی نشان "عبدالرحمٰن" اور مہاجرین نے اپنا قومی نشان "عبداللہ" قرار دیا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد) میدان جنگ میں فوجوں کی تقسیم قومی حیثیت سے کی جاتی تھی جیساکہ فتح مکہ کے وقت تمام قبائل کے دستوں کو الگ الگ قائم کیا گیا تھا۔ (کتاب المغازی بخاری)

فوجی تعلیم و تربیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی فوجی تعلیم و تربیت میں زیادہ تگ و دو نہیں کرنی پڑی۔ صحابہؓ کرام میں تیراندازی کا شوق اتنا زیادہ ترقی کر گیا تھا کہ وہ خود مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہی تیراندازی کی مشق شروع کر دیتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت المغرب) بعض اوقات نبی کریم خود بھی وہاں تشریف لے جاتے اور ان الفاظ میں صحابہ کرامؓ کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

ارموا یا بنی اسماعیل ان اباکم کان رامیا۔ (ایضاً)

(اے اسماعیل کی اولاد تیراندازی کرو۔ اس لئے کہ تمہارا باپ تیرانداز تھا۔

ابن ماجہ کی روایت ہے جس نے تیراندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا اس نے میری نافرمانی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ تیراندازی کے مقابلے میں باقاعدہ دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ تو دوسرے قبیلے کے لوگ

رک گئے اور عرض کیا کہ جب آپؐ خود ان کے ساتھ ہیں تو ہم کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "کہ تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"

(بخاری کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی)

آپ کا ارشاد ہے۔ ایک تیر کے عوض اس کے بنانے والے کو، کھینچنے والے کو اور چلانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ بشرطیکہ ان کی نیت خیر کی ہو۔ اس لئے تیر اندازی کرو، سواری کرو، اور سواری سے تمہارا تیر چلانا میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔ تیر اندازی کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے اور اس میں تمام صحابہؓ شریک ہوتے تھے۔ بعض صحابہ نے پیدل دوڑنے کی مشق کی تھی۔ ان میں حضرت سلمہؓ بن اکوع سب سے ممتاز تھے۔ انہوں نے اس فن کی بدولت بہت سی فوجی کامیابیاں حاصل کیں۔

شہسواری اور تیر اندازی کے علاوہ کئی صحابہ ایسے تھے جنہوں نے جدید آلات حرب کا استعمال سیکھا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حضرت غیلانؓ بن سلمہ کو جرش بھیجا کہ وہاں سے منجنیق اور دبابہ کے استعمال کا طریقہ سیکھیں۔ اس فنی مہارت کا نتیجہ تھا کہ طائف کے محاصرے میں ان آلات کا استعمال کیا گیا۔ (طبری ص ۶۶ واقعات ۸ھ)

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ان حالات کا استعمال حضرت طفیلؓ بن عمرو دوسی کی بدولت ہوا۔ زرقانی نے اس روایت کی شرح میں یزیدؓ بن زمعہ کا نام بھی لیا ہے۔ اور واقدی کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کا استعمال حضرت سلمانؓ کے مشورے سے کیا گیا

(زرقانی ج ۲ ص ۳۴)

خندق کی کھدائی

غزوہ خندق میں حضرت سلمانؓ کے مشورے سے خندق کھودی گئی تھی جسے دیکھ کر ابوسفیانؓ نے بڑے تعجب کے انداز میں کہا تھا "ان ھذہ لمکیدۃ ما کانت العرب تصنعھا" (یہ ایک ایسی چال ہے جس سے اہل عرب ناآشنا تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۶۸)

RESEARCH LIBRARY

پہرہ داری

نبی کریمؐ خود راتوں کو جاگتے رہتے تھے۔ ایک رات شور بپا ہوا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ حفاظتی دستے جب خبر لینے کے لئے باہر نکلے تو ان کو راستے میں سرورِ کونینؐ ملے۔ جو تلوار لٹکائے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے شور سنا تو فوراً باہر نکل گیا، آپ لوگ کوئی فکر نہ کریں، یہ ایک قافلہ ہے جو شہر میں اترا ہے اور کوئی بات نہیں۔ اس وقت حضورؐ طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ "ان ھذا لبحر" یہ تیز رفتاری میں سمندر کی مانند ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ ایک دن رات پہرہ دینا ایک ماہ کے روزے اور قیام لیل سے بہتر ہے۔ ایسا آدمی قبر کے فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (زاد المعاد کتاب الجہاد)

طبی امداد

زخمیوں کی مرہم پٹی کا باقاعدہ انتظام کیا جاتا تھا۔ یہ انتظام زیادہ تر عورتوں کی نگرانی میں تھا وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کے علاوہ مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان پوری طرح تیار رکھتی تھیں۔ حضرت اُم ورقہؓ بنت نوفل جنگ بدر میں رسول اللہؐ کی اجازت سے شامل ہوئیں تاکہ زخمیوں کی تیمار داری اور مرہم پٹی کا فریضہ انجام دے سکیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ امامۃ النساءؑ)

غزوہ خیبر میں کئی عورتیں شامل ہوئیں۔ رسول اللہؐ کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ ہم اون کاتتی ہیں اور خدا کی راہ میں مدد کرتی ہیں۔ ہمارے پاس زخمیوں کے دوا علاج کا سامان موجود ہے اور ہم لوگوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتی ہیں۔ اور ستو گھول گھول کر پلاتی ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی المرأۃ والعبد یحذمان من الغنیمۃ)

حضرت ام عطیہؓ حضورؐ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ وہ مجاہدین کے سامان کی نگرانی کرتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں اور مریضوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

(مسلم کتاب الجہاد باب النساء)

غزوۂ اُحد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ شامل تھیں اور اپنی پیٹھ پر پانی کا مشکیزہ

لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔

(مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ النساء)

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا۔ جو لوگ زخمی ہو کر آتے تھے وہ اسی خیمے میں ان کا علاج کرتی تھیں۔ چنانچہ سعدؓ بن معاذ غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے تو ان کا علاج اسی خیمہ میں ہوا۔ (اصابہ تذکرہ رفیدہؓ)

فوجی دستوں کی ترسیل

اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے اور دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی دستوں کی ترسیل جس حسن و خوبی، کمال فن اور حکمت بالغہ کے ساتھ فرمائی اس کا اندازہ ان اقدامات سے لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ رمضان المبارک یکم ہجری کو آپ نے حضرت امیر حمزہؓ بن عبد المطلب کی سرکردگی میں ۳۰ آدمیوں کا ایک دستہ سیف البحر کی جانب دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا ابو جہل ۳۰۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ سے نکلا تھا۔ لیکن مسلمانوں کو چوکنا پا کر واپس چلا گیا۔

۲۔ شوال یکم ہجری ۶۰ مجاہدوں پر مشتمل ایک دستہ حضرت عبیدہؓ بن حارث کی کمان میں اہل مکہ کے فوجی حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ ثنیۃ المرۃ کے مقام پر ۲۰۰ آدمی ابو سفیان کی سرکردگی میں موجود پائے گئے۔ گشت لگا کر مسلمانوں کا یہ دستہ سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا۔

۳۔ ذی القعدہ یکم ہجری کو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں ۸۰ آدمیوں کا ایک دستہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے جحفہ تک گیا۔ یہ لوگ بغیر کسی کارروائی کے واپس آ گئے۔

۴۔ صفر ۲ھ کو نبی کریمؐ بذات خود ۷۰ افراد کو لے کر الابواء کے علاقے میں تشریف لے گئے قریش کی شاہ راہ تجارت یہیں سے گذرتی تھی۔ حضورؐ نے وہاں عمرو بن مخشی ضمری سے معاہدہ کیا۔ اور بغیر جنگ کے واپس آ گئے۔

۵۔ ربیع الاول ۲ھ کو حضورؐ بہ نفس نفیس ۲۰۰ جانثاروں کو لے کر رضوی پہاڑ ینبوع کے

علاقے میں گئے۔ راستہ میں ۱۰۰ آدمیوں کا قریش کا ایک قافلہ ملا۔ جو امیۃ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا۔ مگر حضورؐ نے ان کو گذرنے دیا۔

۶۔ ربیع الاول ۲ھ کو کرز بن جابر الفہری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا۔ حضورؐ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے ۷۰ سپاہیوں کا دستہ ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ کرز تو بچ کر نکل گیا لیکن آئندہ کے لئے سد باب ہو گیا۔

۷۔ جمادی الآخر ۲ھ کو حضورؐ ۱۵۰ افراد ساتھ لے کر ینبوع کے قریب ذوالعشیرہ میں تشریف لے گئے۔ اور بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے معاہدہ کر کے واپس آ گئے۔

۸۔ رجب ۲ھ کو ۱۲۵ سپاہیوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں نخلہ کی جانب حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا گیا۔ وہاں قریش کے ایک قافلے سے تصادم ہو گیا۔ مکہ کے دو آدمی مارے گئے۔ لیکن حضورؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان سے خون بہا دلوایا۔

فوجی بھرتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال انصار کے نوخیز لڑکوں کا جائزہ لیتے تھے اور پندرہ سالہ نوجوان کو فوج میں داخل کرتے تھے۔ آج اس تمدنی زمانہ میں بھی جبکہ ہر طرف قومیت اور وطنیت کا ترانہ گایا جا رہا ہے۔ اکثر لوگ اس قسم کی جبری خدمت سے انکار کرتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ کے جوش مذہبی کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ بصد شوق فوج میں شامل ہونا چاہتا تھا اور اگر کسی کو اس مذہبی خدمت کے انجام دینے کی اجازت نہیں ملتی تھی تو اس کو سخت ملال ہوتا تھا۔

ایک دفعہ آپؐ نے انصار کے نوجوانوں کا جائزہ لیا۔ اور ایک نوجوان کو فوج میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ حضرت سمرہؓ نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آپؐ نے کمسنی کی وجہ سے ان کی درخواست منظور نہیں کی۔ اس پر ان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور مایوسی کے لہجہ میں عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے اس لڑکے رافعؓ کو اجازت دے دی اور مجھے نہیں قبول فرمایا۔ حالانکہ اگر کشتی ہو تو میں اس کو پچھاڑ دوں۔ دونوں میں کشتی ہوئی اور سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اس لئے آپؐ نے ان کو بھی شامل

ہونے کی اجازت دے دی۔ (استیعاب تذکرہ سمرہؓ)

حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو پوری نبویؐ زندگی روزِ اوّل ہی سے ایک جہاد، تحفظ اور دفاع ہے۔ ہجرت تک پوری مکی زندگی بھی مسلسل جہاد اور دفاع میں گذری۔ البتہ اس کے ایک حصّے "جنگ" کا آغاز مدنی زندگی میں ہوا۔ کیونکہ اب اسلامی مقاصد کا تحفظ اور محافظین اسلام کا دفاع اس کے بغیر ممکن نہ تھا۔ نسائی شریف میں ہے۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ (نسائی شریف)

صحیح بخاری باب الجہاد میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ آج کوئی اچھا پہرہ دیتا"۔ چنانچہ حضرت سعدؓ بن وقاص نے ہتھیار لگا کر رات بھر پہرہ دیا تب آپ نے آرام فرمایا۔ (بخاری)

ان حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن حالات میں جنگ کی اور جہاد کے لئے مسلمانوں کو اجازت دی۔ اگر حضورؐ کے جنگی اقدامات کو دیکھیں تو معرکہ بدر، اُحد، خندق خیبر، فتح مکہ کل پانچ معرکے ہوئے ان میں سے پہلے تین تو اس صورت میں ہوئے کہ دشمن مدینے پہ چڑھ آیا تھا۔ آپؐ کی تو ہر جنگ صلح و آشتی کا پیش خیمہ تھی چنانچہ جنگ کے بعد امن و سلامتی کی فضا پیدا ہو جاتی تھی۔ آپؐ کی کوئی جنگ انتقامی نہیں تھی۔ آپؐ کا مقصد اصلاح تھا۔ جس کا مقصد اصلاح ہو وہ جنگ میں پہل کر کے فتنہ و فساد کو ہوا کیونکر دے سکتا ہے۔